راہل کی سزا اڈانی گیٹ سے توجہ ہٹانے کی سازش

عبیداللہ ناصر

ہتک عزت کے ایک معاملہ میں سورت کی ایک عدالت نے راہل گاندھی کو دو سال قید اور 25ہزار روپے جرمانہ کی سزا دی ہے۔اس سزا کے بعد لوک سبھا کے اسپیکر نے فوری کارروائی کرتے ہوئے راہل گاندھی کی لوک سبھا کی رکنیت فوری طور سے ختم کردی۔ادھر اطلاعات کے مطابق اسی برق رفتاری سے الیکشن کمیشن نے راہل گاندھی کے انتخابی حلقہ وائناڈ میں ضمنی الیکشن کرانے کی تیاری شروع کردی ہے۔اس معاملہ میں چیف جوڈیشل مجسٹریٹ سے لے کر لوک سبھا کا سکریٹریٹ اور الیکشن کمیشن جو برق رفتاری دکھا رہے ہیں، ویسی ہی برق رفتاری وہ دیگر مقدمات میں دکھاتے تو اس ملک کے غریب عوام کے آنسو پنچھ جاتے۔اب ذرا اس معاملہ کی ترتیب وار کرونولوجی بھی سمجھ لی جائے۔2019 میں کرناٹک کے کولار حلقہ میں ایک انتخابی ریلی کو خطاب کرتے ہوئے راہل گاندھی نے کہا تھا کہ نیرو مودی ہوں یا للت مودی یا بینکوں کے اربوں روپے لے کر بھاگ جانے والے دیگر مودی، ان سب کے نام کے آگے مودی ہی کیوں لگا ہوا ہے۔دراصل راہل گاندھی ان کا تعلق وزیراعظم مودی سے جوڑنے کا اشارہ کر رہے تھے۔ انتخابی ریلیوں میں خود وزیراعظم نریندر مودی، امت شاہ، یوگی آدتیہ ناتھ اور بی جے پی کے تمام لیڈران کیا کیا بیانات دیتے رہتے ہیں اور ماضی میں انہوں نے کیا کیا نہیں کہا، یہ سب عوام کے ذہنوں میں محفوظ ہے۔سیاسی بیان بازیوں کو جو معیار ہندوستانی سیاست میں مودی جی کے عروج سے شروع ہوا ہے، اس کے سامنے تو سڑک چھاپ نیتاؤں کے بیان شرمندہ ہوجاتے ہیں لیکن راہل کے اس بیان کو گجرات کے سورت حلقہ کے ایک ممبراسمبلی جن کے نام کے ساتھ بھی مودی جڑا ہوا ہے، اسے پوری مودی برادری کے لیے توہین آمیز مانتے ہوئے سورت کے چیف جوڈیشل مجسٹریٹ کی عدالت میں ہتک عزت کا دعویٰ دائر کردیا۔اس کے کچھ دنوں بعد ہی خود انہوں نے ہی گجرات ہائی کورٹ میں ایک اپیل دائر کر کے اس مقدمہ پر اگلی کارروائیوں کو موقوف کرادیا اور فروری 2023 تک یہ مقدمہ زیر التوا رہا۔اڈانی گیٹ کا معاملہ سامنے آتے ہی جب راہل گاندھی نے اس معاملہ کو پورے زور شور سے لوک سبھا میں اٹھایا اور اڈانی و مودی کے رشتوں پر سوال کھڑے کرتے ہوئے ان رشتوں کی مودی جی سے وضاحت طلب کی تو پوری مودی سرکار بیک فٹ پر چلی گئی۔اڈانی گیٹ کو لے کر مودی سرکار کی مصیبتیں کم ہونے کا نام نہیں لے رہی ہیں، سپریم کورٹ نے بھی اس کے لیے اپنی زیر نگرانی ایک کمیٹی تشکیل کر دی ہے۔ادھر پورا حزب اختلاف اس معاملہ میں مودی سے سوال پوچھ رہا ہے۔10 سال میں شاید پہلی بار ایسا ہو رہا ہے کہ بی جے پی اور مودی سرکار کے ترکش کے سارے تیر اڈانی گیٹ کے معاملہ میں کند ہوتے دکھائی دے رہے ہیں، ایسے میں لندن میں راہل گاندھی کے بیان کو لے کر بی جے پی نے طومار کھڑا کرنے کی کوشش کی لیکن وہ بھی زیادہ کامیاب نہیں رہا کیونکہ صداقت سامنے آنے لگی تھی، بس یہاں سورت کے وہ ممبراسمبلی کھیل میں شامل ہوگئے، انہوں نے ہائی کورٹ میں اس مقدمہ کو موقوف رکھنے کی جو عرضی دی تھی، وہ واپس لے لی اور عدالت سے مقدمہ شروع کرنے کی اجازت لے لی۔سورت کے چیف جوڈیشل مجسٹریٹ نے ہائی کورٹ کی ہری جھنڈی کے بعد مقدمہ کی سماعت شروع کردی اور ایک مہینہ کے اندر ہی یہ فیصلہ دے دیا۔اس مقدمہ میں زیادہ سے زیادہ دو سال کی سزا کا جواز ہے۔عام طور سے عدالتیں کسی بھی معاملہ میں زیادہ سے زیادہ سزا کی حد تک نہیں جاتی ہیں لیکن یہ معاملہ راہل گاندھی کا تھا اور اگر زیادہ سے زیادہ سزا سے ایک مہینہ کم کی بھی سزا دیتے تو راہل کی لوک سبھا کی رکنیت نہ جاتی، اس لیے فاضل مجسٹریٹ صاحب نے زیادہ سے زیادہ سزا سنا کے وزیراعظم مودی کے سب سے بڑے، سب سے طاقتور، سب سے موثر سیاسی حریف کو لوک سبھا سے باہر ہی نہیں نکلوا دیا، بلکہ آئندہ پارلیمانی انتخابات میں ان کے چناؤ لڑنے کی راہ بھی مسدود کردی۔مگر اس سزا کا مثبت پہلو یہ ہے کہ پورا حزب اختلاف اس کے خلاف متحد ہوگیا، سب نے راہل گاندھی کی حمایت شروع کر دی یہاں تک کہ اروند کجریوال اور ممتا بنرجی تک نے راہل کی حمایت میں بیان جاری کرتے ہوئے مودی حکومت کی اس سازش کی مذمت کی ہے۔راہل گاندھی نے کہا ہے کہ وہ ہندوستان کی آواز کے لیے یہ لڑائی جاری رکھیں گے۔

> بیشک راہل گاندھی کو دی جانے والی یہ سزا ایک سنگین مسئلہ ہے لیکن سیاسی دور اندیشی اور حکمت عملی کا تقاضہ ہے کہ کانگریس اور اپوزیشن کی دوسری پارٹیاں اڈانی گیٹ سے توجہ نہ ہٹائیں اور مودی اڈانی رشتوں کو زور شور سے اجاگر کرتے ہوئے جوائنٹ پارلیمنٹری کمیٹی سے اس کی جانچ کی مانگ پر اٹل رہیں۔مودی سرکار نے اپوزیشن کو متحد ہونے کا موقع فراہم کر دیا ہے، یہ کانگریس کی ذمہ داری ہے کہ وہ اسے ایک مضبوط محاذ بنادے۔

ایک طرف بی جے پی سرکار اور عدالت اس معاملہ میں برق رفتاری سے کام کر رہی ہے، دوسری جانب اتنے اہم معاملہ میں بھی کانگریس کی لیٹ لطیفی اور کنفیوژن پہلے جیسا ہی ہے۔ جب جوڈیشل مجسٹریٹ کی عدالت نے سزا پر عمل درآمد ایک مہینہ کے لیے روک کر راہل کو ہائی کورٹ میں اپیل کرنے کا موقع دیا تھا تو یہ اپیل فوری طور سے کیوں نہیں دائر کر کے اسٹے آرڈر حاصل کیا گیا تھا؟ ادھر مودی جی نے برق رفتاری سے کام کیا، پانچ منٹ کے لیے لوک سبھا کے اسپیکر اوم برلا سے ان کے چیمبر میں ملاقات کی اور اس کے بعد انہوں نے فوری طور سے راہل کی رکنیت خارج کرنے کا فرمان جاری کردیا۔ کانگریس کے پاس اچھے تجربہ کار وکیلوں

تجزیہ

کی پوری فوج ہے مگر سب پورس کے ہاتھی بنے ہوئے ہیں۔

کانگریس کا شعبہ قانون کیا کر رہا ہے، وہ بھی بس سفید ہاتھی بنا ہوا ہے۔وزیراعظم مودی سے لے کر معمولی کارکن بھی روز کانگریس کے لیڈروں خاص کر نہرو گاندھی کے خلاف بیہودہ بیان بازی کرتے رہتے ہیں لیکن کوئی ان پر مجرمانہ ہتک عزت کا مقدمہ نہیں کرتا، یہ مردنی ہی کانگریس کی سب سے بڑی دشمن ہے۔راہل کو چھوڑ کسی میں لڑنے کا مادہ ہی نہیں دکھائی دیتا اور اکیلا راہل کس کس محاذ پر لڑے؟

حقیقت یہ ہے کہ بھارت جوڑو یاترا کے بعد راہل گاندھی کی مقبولیت میں جو اضافہ ہوا ہے اور ملک کے سماجی تانے بانے، معاشی حالات، آئینی جمہوریت کو درپیش خطروں اور غیر محفوظ سرحدوں خاص کر چین کی حرکتوں اور اس پر مودی حکومت کی خاموشی کو لے کر عوام کی سوچ میں تبدیلی کی رپورٹوں سے حکمرانوں کی نیندیں اڑی ہوئی تھیں۔شامت اعمال ہنڈن برگ کی رپورٹ نے مودی سرکار کو چاروں خانہ چت کردیا۔اڈانی اور مودی کے رشتوں کو لے کر لوک سبھا میں راہل گاندھی کے سوالات نے حکومت کی چولیں ہلا دیں، ان کی تقریر کے زیادہ تر حصہ کو کارروائی سے نکال دیا گیا لیکن یہ ایک بچکانہ حرکت تھی کیونکہ راہل نے جو کچھ کہا، وہ سب عوام تک پہنچ گیا، اب اسے عوام کے ذہنوں سے نکالنے کا ایک ہی راستہ بچا تھا کہ کچھ ایسا کر دیا جائے کہ عوام اور اپوزیشن کی توجہ اڈانی گیٹ اور مودی اڈانی رشتوں سے ہٹ کر کسی اور طرف منتقل ہوجائے، راہل کے خلاف یہ کارروائی اسی حکمت عملی کا حصہ ہے۔ بیشک راہل گاندھی کو دی جانے والی یہ سزا ایک سنگین مسئلہ ہے لیکن سیاسی دور اندیشی اور حکمت عملی کا تقاضہ ہے کہ کانگریس اور اپوزیشن کی دوسری پارٹیاں اڈانی گیٹ سے توجہ نہ ہٹائیں اور مودی اڈانی رشتوں کو زور شور سے اجاگر کرتے ہوئے جوائنٹ پارلیمنٹری کمیٹی سے اس کی جانچ کی مانگ پر اٹل رہیں۔مودی سرکار نے اپوزیشن کو متحد ہونے کا موقع فراہم کردیا ہے، یہ کانگریس کی ذمہ داری ہے کہ وہ اسے ایک مضبوط محاذ بنا دے، یہی مودی سرکار کے خاتمہ کی ابتدا ہوسکتی ہے۔

یہاں یہ یاد دلانا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا کہ راہل گاندھی نے اپنے لیے، اعظم خان اور ان کے بیٹے عبداللہ اور ان جیسے نہ جانے کتنے عوامی نمائندوں کے ماضی، حال اور مستقبل کے لیے یہ مشکلات خود کھڑی کی ہیں۔سپریم کورٹ کا یہ فیصلہ قدرتی انصاف کے خلاف ہے کہ ٹرائل کورٹ سے 2 سال کی سزا ملتے ہی کسی عوامی نمائندہ کی رکنیت ختم ہوجائے گی اور وہ اگلے 6 برس تک چناؤ بھی نہیں لڑ سکے گا جبکہ قاتل، دہشت گرد اور دوسرے مجرموں کی سزا پر سپریم کورٹ کے حتمی فیصلہ کے بعد ہی عمل ہوتا ہے۔سپریم کورٹ کے اس فیصلہ کی اس خامی کو دور کرنے کے لیے منموہن سنگھ کی سرکار نے ایک آرڈیننس جاری کیا تھا جسے راہل گاندھی نے پریس کانفرنس میں پھاڑ کے پھینک دیا تھا۔یہ ایک غیر قانونی، غیر آئینی، بچکانہ اور احمقانہ حرکت تھی۔ کہا جاتا ہے کہ راہل کی اس حرکت سے منموہن سنگھ اتنے ناراض اور دکھی تھے کہ غیر ملکی دورے سے واپس آتے ہی انہوں نے سونیا گاندھی سے ملاقات کر کے مستعفی ہونے کی پیش کش کردی تھی مگر سونیا گاندھی نے انہیں سمجھا بجھا کر اس سے باز رکھا تھا۔سپریم کورٹ کے اس فیصلہ سے لالو یادو، مرحوم قاضی رشید مسعود انتخابی سیاست سے باہر ہوگئے تھے، جس کا اصل نقصان کانگریس کو ہی اٹھانا پڑا تھا۔ سپریم کورٹ کا یہ فیصلہ قدرتی انصاف اور تین مرحلوں کی عدلیہ ٹرائل کورٹ، ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے نظریہ کا ہی منافی ہے، اس پر نظرثانی ضروری ہے۔

(مضمون نگار سینئر صحافی وسیاسی تجزیہ نگار ہیں)

obaidnasir@yahoo.com

مدارس میں حفظ قرآن کی تعلیم پر چند مشورے

عمیر انس

اس رمضان میں ایک مسجد میں تراویح کے لیے جانا ہوا، تیسری تراویح تھی اور نواں پارہ پڑھا جا رہا تھا۔نوجوان حافظ قرآن کو اپنی برق رفتاری سے پیچھے چھوڑتے جا رہے تھے۔نمازی حضرات پوری توجہ سے ساعت میں مصروف تھے۔یعلمون تعلمون کے علاوہ چند الفاظ ہی ٹھیک سے ادا ہو رہے تھے۔ ہندو پاک میں سبھی کو معلوم ہے کہ حفظ قرآن کی تعلیم میں کیا ہوتا ہے۔ بقول ایک استاذ کے کچھ دہائی پہلے تو والدین یہ کہہ کر بچے کو مدرسے چھوڑ جاتے تھے کہ ہڈی ہماری، گوشت آپ کا، لیکن بچہ حافظ بننا چاہیے، میرے مدرسے میں رہنے تک بھی تقریباً یہی ماحول تھا، ممکن ہے اب کچھ نرمی آئی ہو لیکن حافظ قرآن کی تعلیم مدارس کے تعلیمی نظام میں سب سے ناقص اور سب سے زیادہ بے توجہی کا شکار ہے۔ جہاں مدارس کے ذمہ داران اور اساتذہ کا صرف ایک مقصد ہوتا ہے کہ کسی طرح سے بچے کو مکمل قرآن حفظ کرا کر فارغ کر دیا جائے۔ برصغیر میں حافظ اور عالم دو الگ الگ کردار ہیں، بیشتر حافظ عالم نہیں ہوتے اور بیشتر عالم حافظ نہیں ہوتے۔ حفظ قرآن تقریباً پانچ سالوں میں مکمل ہو ہی جاتا ہے اور اکثر طلبا کم عمری میں داخل ہوتے ہیں اور پندرہ سولہ سال سے پہلے ہی حافظ قرآن ہوکر فارغ ہوجاتے ہیں۔اس کے بعد وہ مساجد میں امامت شروع کردیتے ہیں، چند ایک حفاظ مزید تعلیم کے لیے عالمیت کے درجات میں داخلہ لے لیتے ہیں اور آج کل ایک خوش آئند تبدیلی آئی ہے کہ بعض حفاظ انٹر میڈیٹ کر کے میڈیکل اور انجینئرنگ کی طرف بھی متوجہ ہوئے ہیں اور الحمدللہ قرآن پاک کی حفاظت کے ساتھ دنیاوی خیر بھی حاصل کر رہے ہیں۔

مدارس کے تعلیمی نظام سے گزرنے کے بعد میری سمجھ میں چند باتیں کبھی نہیں آئیں، مثلاً یہ بات کہ حفظ قرآن میں عربی زبان کے ساتھ عربی زبان کی تعلیم دینے کا سلسلہ کیوں نہیں رکھا گیا ہے، حالانکہ نئی زبان سیکھنے کا معاملہ یہ ہے کہ آج کل درجہ اول دوم کے بچے بھی انگریزی ہندی ایک ساتھ بولتے ہیں اور سمجھتے ہیں۔ایک حافظ قرآن حفظ قرآن کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد اس کو ساری زندگی سمجھے بغیر پڑھتا اور پڑھاتا رہے گا، یہ خیال مدارس کے ذمہ داران کو خوفزدہ نہیں کرتا کیا؟ قرآن پاک کے الفاظ اور معانی کو سمجھے بغیر اسے ازبر کرنا اور اسے ہر سال مکمل سنانا اور ہر نماز میں سنانا، کیا قرآن پاک کی خدمت ہے یا اس کی شان میں کوتاہی! یقیناً قرآن پاک کو بغیر سمجھے پڑھنے کی اجازت بھی ہے اور اس کا ثواب بھی ہے لیکن دنیا کے کسی ملک اور فقہ میں اس بات کی گنجائش نہیں ہے کہ قرآن پاک کو سمجھ کر پڑھنے اور سنانے والے سے افضل قرار پائے۔ حفظ قرآن کی اصل ہی یہی ہے کہ حافظ قرآن صرف ایک ٹیپ ریکارڈر نہیں ہے بلکہ اس کے سینے میں اس کے معانی اور مفاہیم کا کم از کم بنیادی فہم تو ہے جس کو وہ پڑھتے ہوئے محسوس بھی کرے اور اس سے محظوظ بھی ہو اور اس کے احساس کا اظہار اس کے پڑھنے کے اتار چڑھاؤ پر بھی ظاہر ہوتا ہو۔

قرآن فہمی کے بغیر اور عربی زبان سیکھے بغیر حفظ کی روایت کب اور کیسے قائم ہوگئی، اس کا مجھے علم نہیں ہے لیکن اتنی بات واضح ہے کہ اس کی اجازت صرف ان حالات میں ہی دی گئی تھی جہاں غیر عرب علاقوں میں خصوصاً ایشیا میں قبول اسلام بڑے پیمانے پر ہوئے اور فوری علماء اور مربیوں کو بڑی تعداد میں بھیجنا ممکن نہیں تھا تو حفظ قرآن مکمل کرا کر انہیں بنیادی فرائض قائم کرنے کی ذمہ داری دی جانے لگی۔ اس طریقے سے حفظ قرآن کی اجازت آج بھی ہے۔لیکن ایسے علاقے جہاں اب پچاسوں سیکڑوں سال سے اسلام قائم ہے اور وہاں پچاس پچیس سال پرانے مدارس قائم ہیں اور آج بھی وہ حفظ قرآن کی ہنگامی صورتحال والی ضرورت کو

جائزہ

عام حالات کی ضرورت سمجھ کر نافذ کرتے چلے آ رہے ہیں۔اس بات کو فقہی نقطہ نظر سے جائز اور ناجائز قرار دینے کی ضرورت نہیں ہے لیکن افضل اور غیر افضل تو قرار دینا ممکن ہے۔عملی طور پر ہر حافظ قرآن کو عربی زبان سکھانا ممکن ہے اور ضروری بھی اور زیادہ ثواب کا ذریعہ بھی۔لہٰذا میرا مشورہ تو یہی ہے کہ اب مدارس میں حفظ قرآن کے کورس میں عربی زبان کی تعلیم کو لازمی بنایا جائے اور عوام کو ایسے حفاظ کو مقرر کرنے کی ترغیب دی جائے جنہیں قرآن فہمی کی بنیادی صلاحیت ہو۔

> تراویح کی نماز اور رمضان سے بہتر استفادے کے سلسلے میں مسلم جماعتوں اور رہنماؤں کو رمضان سے پہلے ہی کافی بیداری مہم چلانے کی ضرورت ہے۔تراویح کو ایک ایونٹ اور ایک جشن یا ایک رسم بنا دینے کی وجہ سے تراویح تو ہو رہی ہے لیکن قرآن کی روح غائب ہو رہی ہے۔لیکن یہ بیداری صرف اسی وقت عملاً دیکھی جا سکتی ہے جب حفاظ قرآن بھی اس کے لیے تیار کیے گئے ہوں۔

دوسرا مشاہدہ یہ ہے کہ موجودہ حفظ قرآن کے طریقے میں یہ تاثر عام کر دیا گیا ہے کہ صرف مکمل قرآن حفظ کرنا ہی ضروری ہے۔حالانکہ ہزاروں لوگ ایسے ہیں جو محض پانچ پارے، دس پارے، پندرہ پارے یا محض ایک پارہ بھی حفظ کرنے کے لیے وقت فارغ کر سکتے ہیں لیکن مدارس میں اس طرح کے حفظ کی خواہش رکھنے والوں کے لیے سرے سے کوئی نظم نہیں پایا جاتا۔ہزاروں کالج کے طلبا پانچ دس پارے حفظ کرنے کے لیے ایک سال چھ مہینے وقف کر سکتے ہیں اور اس کے لیے ضروری اخراجات کرنے کے لیے تیار ہوتے ہیں۔معاشرے میں محض پانچ دس مکمل قرآن کے حافظوں سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ دو چار ہزار لوگ ایسے ہوں جنہوں نے بعض اجزاء کے حفظ کی تعلیم حاصل کی ہو۔قرآن کا حفظ اتنا عام کر دیا جائے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو قرآن یاد ہو۔عرب ممالک میں دیکھنے میں آیا کہ عام لوگوں کو جو جدید تعلیم یافتہ بھی ہیں، انہیں کافی قرآن یاد رہتا ہے۔قرآن مجید کی حفاظت اور اشاعت کا اس سے بہتر طریقہ کیا ہوگا کہ قرآن عوامی حافظے میں آجائے۔

تراویح کی نماز اور رمضان سے بہتر استفادے کے سلسلے میں مسلم جماعتوں اور رہنماؤں کو رمضان سے پہلے ہی کافی بیداری مہم چلانے کی ضرورت ہے۔تراویح کو ایک ایونٹ اور ایک جشن یا ایک رسم بنا دینے کی وجہ سے تراویح تو ہو رہی ہے لیکن قرآن کی روح غائب ہو رہی ہے۔لیکن یہ بیداری صرف اسی وقت عملاً دیکھی جا سکتی ہے جب حفاظ قرآن بھی اس کے لیے تیار کیے گئے ہوں۔جس معاشرے میں سب سے زیادہ تربیت یافتہ اور صاحب علم و عمل حفاظ ہوں گے، وہاں رمضان زیادہ سے زیادہ مفید اور موثر نظر آئے گا۔خصوصی طور پر تراویح پڑھانے والے حفاظ کے لیے بہتر نصاب تعلیم بنانا ہوگا جس میں انہیں محض ختم قرآن ہی نہیں بلکہ پیغام قرآن کو بھی پہنچانے میں مددگار ہونا چاہیے اور اس جانب پہلا قدم یہ ہو کہ تراویح کے تمام سپر فاسٹ طریقوں کی سخت حوصلہ شکنی کی جائے۔

(مضمون نگار سینٹر فار اسٹڈیز آف پلورل سوسائٹیز، تھنک ٹینک کے ڈائریکٹر ہیں.)

dr.umairanas@gmail.com

اقوال زریں

حضرت محمد مصطفیؐ نے فرمایا:

- جو اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے، اسے کہہ دو کہ پڑوسی کی عزت کرے۔
- حق ہمسائیگی چاروں طرف 40،40 گھروں تک ہے۔
- کافر ہمسایہ کا ایک حصہ حق ہے، مسلمان ہمسایہ کا دوگنا اور رشتہ داروں میں اگر کوئی ہمسایہ ہے تو اس کا تین گنا۔

روزنامہ راشٹریہ سہارا
ROZNAMA RASHTRIYA SAHARA GORAKHPUR

ایٹمی جنگ کا اندیشہ بڑھا!

کسی ملک سے کی جانے والی جنگ کے اثرات اسی ملک تک محدود نہیں رہتے۔اس کے اثرات سے حملہ آور ملک کے ساتھ کئی دیگر ممالک بھی بچ نہیں پاتے۔عراق جنگ کے وقت دنیا کے بیشتر ممالک یہ بات سمجھ نہیں پائے تھے یا یہ کہیے کہ انہوں نے سمجھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔امریکہ کے ساتھ کئی یوروپی ملکوں نے بھی عراق کے خلاف جنگ لڑی تھی مگر اب انہی ملکوں کو یوکرین جنگ نے تشویش میں مبتلا کر رکھا ہے کہ جنگ کی توسیع یوروپ کو کہیں ایک اور عالمی جنگ کا میدان نہ بنا دے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ جرمنی جیسے ان ملکوں نے بھی یوکرین کی مدد میں فراخ دلی دکھائی ہے جن کے روس سے اچھے تجارتی تعلقات رہے ہیں۔یوروپی ممالک چاہتے ہیں کہ یوکرین جنگ کسی بھی حال میں ختم ہو یا یہ جنگ روس جیت نہ پائے، اسے شکست سے دوچار ہونا پڑے لیکن یہ بات ناقابل فہم نہیں ہے کہ روس اگر یوکرین جنگ جیتے گا تو وہ آگے بڑھے گا، 'وارسا پیکٹ' کے دور کو واپس لانا چاہے گا تاکہ ناٹو کی مسلسل توسیع اس کے لیے باعث تشویش نہ بنے، یہ فکر اسے نہ رہے کہ یوکرین جیسا اس کا کوئی پڑوسی ملک اگر ناٹو کی رکنیت لے لیتا ہے تو امریکہ کے لیے اسے مرعوب کرنا آسان ہوجائے گا اور اگر روس کو شکست نظر آنے لگی تو وہ ایٹم بم کو سجا کر نہیں رکھے گا۔ یہ بات اس لیے بھی کہی جا سکتی ہے، کیونکہ روسی سربراہ ولادیمیر پوتن اور دیگر روسی لیڈروں نے ایٹم بم کا ذکر ایک سے زیادہ بار چھیڑا ہے۔ ولادیمیر پوتن کی باتیں اگر باتوں تک ہی محدود رہتیں تو یہ بات سوچی جا سکتی تھی کہ مستقبل قریب میں ایٹم بم کے استعمال کرنے یا ایٹمی جنگ چھڑنے کا کوئی اندیشہ نہیں ہے مگر بات آگے بڑھ چکی ہے، اسی لیے اب اس سوال کی زیادہ اہمیت نہیں رہ گئی ہے کہ کیا دنیا ایٹمی جنگ کی طرف بڑھ رہی ہے بلکہ یہ سوال اہمیت کا حامل ہوگیا ہے کہ یوکرین جنگ میں توسیع اسی سال ہوجائے گی یا اگلے سال ہوگی یا اس کے بعد والے سال میں؟

مطلب یہ بات طے سی ہے کہ دنیا کے لیے یہ سال اور آنے والے سال بے حد اہمیت کے حامل ہوں گے۔ایک طرف چین اپنی طاقت کے اظہار کے لیے بے چین ہے اور تائیوان کے خلاف کبھی بھی وہ جنگ چھیڑ دے تو حیرت نہیں ہونی چاہیے، دوسری طرف امریکہ چین کی بڑھتے ہوئے دائرۂ اثر کو محدود کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ اس کی ساکھ کے لیے چنوتی نہ بنے۔امریکہ روس کو بھی کمزور دیکھنا چاہتا ہے اسی لیے اس نے یوکرین کی بھرپور مدد کی ہے مگر اس کی مشکل یہ ہے کہ روس، عراق نہیں ہے۔اس کے خلاف براہ راست جنگ چھیڑنے کا مطلب یہ ہے کہ یوکرین جنگ میں اور شدت آجائے گی، روس ایٹم بم استعمال کرنے کے اندیشوں کو حقیقت میں بدل دے گا مگر کیا امریکہ کے براہ راست جنگ نہ کرنے سے ایسا نہیں ہوگا؟ یہ سوال جواب طلب ہے، کیونکہ بات اب پہلے والی نہیں رہ گئی ہے۔روس کو یہ اندازہ ہونے لگا ہے کہ یوکرین تنہا اس سے نہیں لڑ رہا ہے، اس کے ساتھ بالواسطہ طور پر امریکہ اور متعدد یوروپی ممالک بھی لڑ رہے ہیں، اس لیے اس کا بہت دیر تک مضبوطی سے جمے رہنا آسان نہیں ہوگا اور اگر وہ جما بھی رہے گا تو اس کی اقتصادیات خستہ ہوتی جائے گی اور پھر اس کے لیے جنگ لڑنا آسان نہیں ہوگا۔ غالباً اسی لیے روسی صدر ولادیمیر پوتن نے بیلاروس میں ایٹمی ہتھیاروں کی تنصیب کا اعلان کیا ہے اور رپورٹ یہاں تک آئی ہے کہ بیلاروس میں ایٹمی ہتھیاروں کو ذخیرہ کرنے کی سہولتوں کی تعمیر یکم جولائی تک پوری ہوجائے گی۔ یوکرینی حکومت نے بجا طور پر اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کا ہنگامی اجلاس بلانے کا مطالبہ کیا ہے مگر یہ ہنگامی اجلاس بلانے یا مختلف ملکوں کے روس کے خلاف مذمتی قرارداد پاس کردینے سے کیا ہوگا؟ پوتن نے اگر ان باتوں کا خیال کیا ہوتا تو یوکرین پر روس حملہ ہی نہ کرتا مگر اس نے کیا، کیونکہ اس کا موقف واضح تھا کہ اسے یہ منظور نہیں کہ اس کا پڑوسی یوکرین ناٹو کی رکنیت لے۔ بات سوچنے والی بھی تھی کہ آخر ناٹو کی رکنیت لینے کی یوکرین کو ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ پھر وارسا پیکٹ کے تحلیل ہوجانے کے بعد ناٹو کو قائم رکھنے اور اس کی مسلسل توسیع کی ضرورت کیوں محسوس کی گئی؟ روس کے بیلاروس میں ایٹمی ہتھیاروں کو ذخیرہ کرنے کی سہولتوں کی تعمیر کے اعلان سے حالات اور سنگین ہوگئے ہیں، کیونکہ یہ اعلان روس نے چینی صدر شی جن پنگ کے دورۂ روس کے بعد کیا ہے۔کہیں ایسا تو نہیں کہ چین نے یہ اشارہ دے دیا ہے کہ وہ جولائی کے بعد تائیوان پر حملہ کرے گا، اس لیے روس پہلے سے تیار رہنا چاہتا ہے تاکہ اس وقت اسے دشواریوں کا سامنا نہ کرنا پڑے؟ حالات کو دیکھتے ہوئے لگتا ہے کہ دنیا بدترین دور کی طرف بڑھ چکی ہے۔اس وقت وہی لوگ مطمئن رہیں گے جو حالات کو سمجھیں گے اور اسی مناسبت سے آگے بڑھیں گے۔

edit2sahara@gmail.com

خوف و دہشت کا ہر اک سمت فسوں بولتا ہے
وہ جو لب کھولے تو لہجے میں جنوں بولتا ہے
کیا ہر اک شخص نے رکھ دی ہیں زبانیں گروی
شہر پرشور میں سناٹا سا کیوں بولتا ہے

ارشد ندیم

اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کریں

مکرمی!

رمضان المبارک اللہ تعالیٰ سے تعلق استوار کرنے، قلوب ونفوس کا تزکیہ کرنے اور زبان پر قابو پانے کا مہینہ ہے۔اس کا بہترین راستہ وذریعہ ذکرِ الٰہی ہے۔روزہ داروں کو چاہیے کہ وہ اپنی زبان کو ہر آن اللہ تعالیٰ کے ذکر و اذکار میں تر رکھیں، اس سے ایمانی حلاوت ولذت محسوس ہوگی، دل کو راحت و تسکین اور روح کو تازگی ملے گی، دل سے نفاق کا جنازہ نکلے گا، شیطانی ہتھکنڈوں وحملوں سے بچیں گے، نیز زبان متعدد ہلاکت خیز گناہوں و غلاظتوں سے پاک رہے گی، ان ہی وجوہات کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام قرآن کریم میں متعدد سورتوں کی درجنوں آیات میں ذکر اللہ کثرت سے کرنے کا حکم دیا ہے چنانچہ سورہ احزاب آیت 41 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "اے ایمان والو اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرو"۔ایک مقام پر ارشاد باری ہے: "اللہ تعالیٰ کا ذکر سب سے بڑا عمل ونیکی ہے۔" (سورہ عنکبوت آیت 45) اور یہ بھی فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ کے ذکر میں ہی دل کا سکون پنہاں ہے۔" (سورہ رعد آیت 28) لہٰذا ہمارے لیے بہتر یہی ہے کہ ہم رمضان کے مبارک ایام کو ذکر الٰہی سے مزین کرنے میں وقت صرف کریں، بیکار و فضول گفت وشنید میں قیمتی ایام ضائع ہونے نہ دیں۔

رفیق عالم ریاضی - ارریہ، بہار

مراسلہ نگار کی رائے سے مدیر کا متفق ہونا ضروری نہیں

'میں راہل ہوں، ساورکر نہیں!'

مکرمی!

راہل گاندھی نے میڈیا سے مخاطب ہوتے ہوئے ڈٹ کر یہ بیان دیا کہ میں ساورکر نہیں، گاندھی ہوں، معافی نہیں مانگوں گا۔ساورکر کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ جدوجہد آزادی کے دوران گرفتاری کے خلاف برطانیہ حکومت سے مسلسل معافی کی عرضی دیتا رہا اور اس نے وعدہ کیا تھا کہ میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا، جبکہ دوسرے قیدیوں نے خوشی خوشی سزا کاٹی اور ہنستے ہنستے پھانسی پر لٹکنا منظور کیا مگر برطانیہ حکومت کے آگے سر نہیں جھکایا، جس کی بدولت ہمیں آزادی ملی۔اگر اس وقت ہر کوئی ساورکر کی طرح سوچتا تو آج یہ ملک آزاد نہیں ہوتا اور غلامی کی زندگی گزارنے پر مجبور ولاچار ہوتا۔

آزادی کے لیے لڑنے والے بھگت سنگھ جنہیں بم بلاسٹ کے الزام میں پھانسی کی سزا ہوئی جبکہ اس بم بلاسٹ میں کوئی مارا نہیں گیا تھا اور جب جج نے شہید بھگت سنگھ سے یہ سوال کیا کہ تم چاہتے تو ہم لوگوں کو مار سکتے تھے، تب شہید بھگت سنگھ نے جواب دیا تھا کہ ہمارا ارادہ صرف تمہارے دلوں میں خوف تاری کرنے کا تھا اور خوشی خوشی سزا قبول کی، مگر انگریزوں سے معافی نہیں مانگی، جبکہ ساورکر مسلسل رہائی کی اپیل کرتا رہا اور رہائی کے بعد انگریزوں کی مدد کی۔

راہل گاندھی کا تعلق اس خاندان سے ہے جنہوں نے اس ملک کے لیے اپنی جانیں قربان کردیں مگر ملک کی عظمت وحرمت پر آنچ نہیں آنے دی۔ہم راہل گاندھی کے ساتھ ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ انہیں ان کے نیک ارادوں میں کامیابی ضرور ملے گی، چاہے ان کے خلاف کتنی سازشیں ہوتی رہیں اور فیصلے آتے رہیں۔

سید اسحاق - سعودی عرب

نوٹ: ادارتی صفحے پر شائع مضامین میں مضمون نگاروں کے ذریعہ ظاہر کی گئی آرا ان کی ذاتی ہیں اور ادارہ اس کیلئے کسی طرح سے ذمہ دار نہیں ہے۔

سہارا انڈیا ماس کمیونی کیشن کیلئے پرنٹر و پبلشر ضیاء قادری نے سہارا انڈیا ماس کمیونی کیشن پریس، راشٹریہ سہارا کمپلیکس، پارک روڈ گورکھپور میں چھپوا کر شائع کیا۔
Published & Printed by Zia Qadree on behalf of Sahara India Mas Communication and Printed at Sahara India Mass Communication Press. Rashtriya Sahara Park Road, Gorakhpur and Published from Rashtriya Sahara Park Road, Gorakhpur
Editor & Group Editor: Abdul Majid Nizami (editor.nizami@gmail.com) ایڈیٹر اینڈ گروپ ایڈیٹر: عبدالماجد نظامی*
For Editorial/News: gkpsaharaurdu@gmail.com, editor. saharaurdumedia@sahara.in ■ Advertesment(National): ■ 0-9891773434,9899452476,9711050868 , Email : adsahara@gmail.com
ٹیلی فون گورکھپور: 0551-2202362, 3062400 - Email: gkpsaharaurdu@gmail.com - سرکولیشن: 0551-3062415,3062416 شعبہ اشتہارات: 3062427 -0551 www.roznamasahara.com
سال: 22 شمارہ نمبر: 8444 Roznama Rashtriya Sahara (Gorakhpur) R.N.I. NO- UPURD/2002/6747 * اس شمارہ میں شامل شائع شدہ تمام خبروں کے انتخاب اور ایڈیٹنگ کیلئے ذمہ دار
سہارا ○ حب الوطنی ○ فرض شناسی ○ ایثار
ہمیں فخر ہے کہ ہم ہندوستانی ہیں